SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:2 (2024) PAGE NO: 405-413
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Dr. Ansar Abbas, & Dr. Syed Zamir ul Hassan. (2024). The Tradition of National Anthems in The World and The National Anthem of Pakistan: دنیائے عالم میں قومی ترانوں کی روایت اور پاکستان کا قومی ترانہ. Shnakhat, 3(2), 405-413. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/321

" The Tradition of National Anthems in the World and the National Anthem of Pakistan

دنیائے عالم میں قومی ترانوں کی روایت اور پاکستان کا قومی ترانہ"

Dr. Ansar Abbas Dr Syed Zamir Ul Hassan

Assistant Professor University of Mianwali
Assistant Professor Govt Graduate College, Mianwali

Abstract

When the world divided into nationalities, the tradition of national anthem also developed. In today's world, this tradition existed in all the nations. Poetry of nationalism is considered as national anthem. The tunes of national anthem have been played in the whole world. Before the Emergence of Pakistan many poets wrote national songs. Many songs were written but no one could be titled as nation anthem at national level. A committee was formed and many poets were invited to write national anthem and at the end, national anthem of Hafeez Jalandhari was selected. This article covers the tradition of national anthem at international community, tradition of national anthem in Pakistan, propaganda and at the end, composition of national anthem.
Keywords: national anthem, Hafeez Jalandhari, Pakistan, Tradition, Nationalism, tunes, Poets.

ملک و قوم سے محبت کے اظہار کو شعری پیرائے میں بیان کرنا حب الوطنی یا قومی شاعری کہلاتا ہے جو کسی بھی شاعر کی تخلیق ہو سکتی ہے لیکن ایسی نظم یا شعری پیرایہ یا سازینہ جو ساز و ملک و قوم کی عالمی سطح پر نمائندگی کرے اور اس سازینہ کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہو تو اس کو قومی ترانہ یا قومی نغمہ کہا جاتا ہے۔ قومی ترانہ کو انگریزی میں National Anthem کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی قوم، ملک یا ادارے کا سرکاری طور پر اختیار کیا ہوا ایسا نغمہ جو خاص موقعوں پر دھنوں کے ساتھ بجایا جائے۔ ایسا نغمہ پوری قوم، ملک یا ادارے کی عوام کے احساسات و روایات کا ترجمان ہوتا ہے اور اس کا احترام اور تقدس اجتماعی اور قانونی طور پر لازم ہوتا ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی قومی ترانہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قومی ترانہ ایسی نظم کو کہا جاتا ہے جو کسی ملک کے عوام کی قومی اور اجتماعی امنگوں کی مظہر اور عظمتوں کی علامت ہو اور اسے سرکاری سطح پر اپنے ملک کی نمائندگی کا شرف حاصل ہو۔(۱)

دورِ جدید یا عہدِ حاضر میں یہ ایک روایت بن چکی ہے کہ کسی بھی آزاد ملک کی پہچان کے لیے اس ملک کا مخصوص قومی پرچم کے ساتھ قومی ترانہ یا قومی نغمہ کا ہونا ضروری ہے۔ قومی ترانہ یا قومی گیت یا نیشنل اینتھم یا قومی گانا پوری قوم کے مشترکہ حب الوطنی جذبات کے اظہار کا وہ نغمہ ہے جسے سرکاری طور پر

قومی ترانہ کے طور پر جانا جاتا ہے جس میں عوامی احساسات کو ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ قومی نغمہ دھنوں یا اشعار اور بعض اوقات صرف دھنوں یا صرف اشعار سے تیار اور اکثر قومی ترانے اشعار اور دھنوں کو ملا کر تیار کیے گئے ہیں۔ قومی ترانہ ملک کی نمائندگی کے ساتھ اس ملک کے ماضی، حال اور مستقبل کا ترجمان ہوتا ہے۔ نشاۃ ثانیہ کے بعد جب دنیا جغرافیائی وطنی قومیت میں تقسیم ہوئی تو قومی شاعری کی روایت کو بھی تقویت پہنچی اور یہی سے قومی ترانہ کا آغاز بھی ہوا۔ قومی ترانہ کا حکومتی سطح پر باقاعدہ آغاز سب سے پہلے برطانیہ میں ہوا جہاں ۱۸۲۵ء میں سرکاری سطح پر قومی ترانہ بجایا گیا۔ ترانے کا آغاز God Save The Queen سے ہوتا ہے۔ دراصل یہ ترانہ ایک حب الوطنی گیت کے طور پر حکمرانوں اور عوامی سطح پر مقبول تھا اور اٹھارھویں صدی کے وسط سے ہی شاہی تقریبات کے مواقع پر گایا جاتا تھا۔ برطانیہ ایک ایسا ملک ہے جہاں سے قومی ترانوں کا آغاز ہوتا ہے لیکن برطانیہ کا ترانہ قدیم ہونے کے ساتھ اس کے شاعر اور موسیقار کے بارے معلومات اندھیروں میں گم گشتہ ہیں۔ اس ترانے کا پہلا مطبوعہ ریکارڈ ۱۷۴۴ء کا ہے جس پر شاعر کا نام درج نہیں ہے۔ چنانچہ ماہرین کا خیال ہے کہ ترانہ مختلف ادوار میں مختلف شعرا کی طرف سے کی جانے والی مختلف کاوشوں کا نتیجہ ہے جسے اب ایک مکمل ترانے کی شکل دے دی گئی ہے۔(۲) برطانیہ کے ترانہ کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ ترانہ خاصا طویل ہونے کی وجہ سے دور جدید میں پورا ترانہ صرف برطانیہ میں ہی بجایا جاتا ہے اور باقی ممالک میں ایک یا دو پہلے بند ہی بجائے جاتے ہیں۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ دنیا کا واحد ترانہ ہے جس کی اب تک دنیا بھر میں ۱۴۰ سے زائد دھنیں تیار ہو چکی ہیں۔

قومی ترانہ کا برطانیہ میں سرکاری سطح پر آغاز کے بعد دیگر یورپی ممالک کی سرکار نے بھی برطانوی تقلید میں انیسویں اور بیسویں صدی کے اوائل میں قومی ترانوں کی روایت کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لیے کئی نئے ترانے تخلیق ہوئے جبکہ کچھ ممالک نے سابقہ دھنوں اور گیتوں سے کام لیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کے مختلف ممالک میں رہنے سے جذبات بھی الگ ہو سکتے ہیں لہٰذا ہر ملک نے عوامی احساسات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور علیحدہ قومی تشخص کی پہچان کے لیے الگ سے قومی ترانہ تشکیل دیا جس میں بادشاہ یا ملکہ کو دعائیں، ملکی بقا، کسی اہم جنگ کا حوالہ یا حب الوطنی جذبات جیسے موضوعات شامل ہیں۔ قومی ترانہ کو شاعری اور موسیقی میں ایک خاص مقام حاصل ہے اس کے باوجود مشہور شعرا یا موسیقاروں نے بہت کم قومی ترانے لکھے یا دھنیں تخلیق کی ہیں۔ اسی طرح سیاسی یا بین الاقوامی تعلقات میں تبدیلی بھی قومی ترانہ کے متن میں تبدیلی یا ایک نئے ترانہ کی تخلیق کا سبب بنتی رہی ہے۔ اس کی اہم مثال آسٹریلیا کا قومی ترانہ ہے جہاں ۱۷۸۸ء سے ۱۹۷۴ء تک برطانیہ عظمیٰ کے شاہی خاندان سے متعلق تخلیق کیا گیا نغمہ "God save the Queen" آسٹریلیا کا قومی ترانہ تھا۔ ۱۹۷۴ء میں آسٹریلیا کے وزیرِاعظم Gough Whitlam کی ہدایت پر ترانے کے انتخاب کے لیے رائے شماری ہوئی جس میں ساٹھ ہزار افراد نے حصہ لیا۔ رائے دہندگان کی اکثریت نے Petter Dodds Mc Cormick کا تخلیق کردہ مشہور نغمہ "Advance Australia Fair" کو اپنا پسندیدہ ترانہ قرار دیا۔ ۱۹۷۷ء میں ترانے کے لیے ریفرنڈم کا انعقاد کیا گیا جس میں سات ملین افراد نے حصہ لیا اور ایڈوانس آسٹریلیا فیئر نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ان نتائج کے سات سال بعد یعنی ۱۹ اپریل ۱۹۸۴ء کو وزیرِاعظم باب ہاک کی کابینہ نے ایڈوانس آسٹریلیا فیئر کو قومی ترانے کا اعزاز دیا۔ اب بھی آسٹریلیا کی شاہی تقریبات میں God Save the Queen اور سرکاری تقریبات میں ایڈوانس آسٹریلیا فیئر بجایا جاتا ہے۔ قومی ترانوں کی تاریخ میں بعض اوقات ایک ترانہ کو کئی ممالک کی عوامی نمائندگی کا اعزاز حاصل ہے۔ "March of the Volunteers" عوامی جمہوریہ چین کا قومی ترانہ ہے جو ۱۹۳۵ء میں تائی ہاں (Tian Han) نے لکھا اور اس کی موسیقی نوجوان موسیقار نی ار (Nie Er) نے ترتیب دی۔ چین کا یہ قومی ترانہ آزادی کے چھپن سال یعنی ۲۰۰۴ء میں اپنی اصل حالت میں بحال ہوا۔ اس سے پہلے اس کو وہ مقام حاصل نہ تھا۔ مارچ آف والنٹیر کو ایک یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ

یہ ترانہ ایک وقت میں چین، ہانگ کانگ اور مکاؤ (چینی زیر انتظام) کا مشترکہ قومی ترانہ ہے۔اسلامی دنیا میں ایران کا قومی ترانہ انقلاب ایران سے پہلے بادشاہی دور میں برطانیہ کی پیروی کرتے ہوئے بادشاہ کی سلامتی کی دعا یعنی ''سلامت رہے بادشاہ'' تھا۔انقلاب ایران کے بعد ایران کا قومی ترانہ بھی تبدیل ہو گیا۔ موجودہ قومی ترانہ کسی ایک شاعر کی تخلیق نہیں بلکہ مختلف شعراکے کلام سے حاصل کیے گئے اشعار پر مشتمل ہے اور اس کی دھن حسن ریاہی نے تیار کی۔ ''قومی ترانہ اسلامی جمہوریہ ایران'' کا عنوان پانے والے اس ترانے کو ۱۹۹۰ء میں انقلابی رہنماء آیت اللہ خمینی کے انتقال کے بعد قومی ترانہ قرار دیا گیا۔

ایران کی طرح ہمسایہ ملک افغانستان میں بھی حکومتی انقلاب سے آئے روز قومی ترانہ کی تبدیلی کا بھی بڑا سبب بن رہا ہے۔افغانستان کی سرزمین جغرافیائی طور پر ایران، روس، چین، اور پاکستان جیسے ممالک سے منسلک ہے۔سمندر کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے یہ ملک برطانوی راج سے کسی حد تک محفوظ رہا۔اس کے باوجود اس ملک پر کئی طاقتوں نے حملے کر کے افغانستان کی عوام کو زیر کرنے کی کوشش کی لیکن افغانستان کی عوام کے آہنی حوصلے، ہمت، استقلال اور جذبۂ ایمانی نے ہمیشہ افغان قوم کو پر عزم رکھا۔۱۹۷۹ء میں روس اور ۲۰۰۱ء میں امریکی حملوں کی وجہ سے اس ریاست پر مختلف حکومتیں قائم رہی ہیں جس میں امریکہ کی نام نہاد حکومت بھی شامل رہی جس کا خاتمہ پندرہ اگست ۲۰۲۱ء کو ہوا اور پھر سے طالبان کی عبوری حکومت قائم ہو گئی۔ افغانستان میں حکومتی انقلاب سے ہر دورِ حکومت نے اپنے نظریات و خیالات کے مطابق ترانہ تبدیل کیا۔ماضی قریب میں افغانستان کا حکومتی نظام جو امریکہ اور نیٹو ممالک کے زیر اثر رہا ہے، اس دور کا رائج الوقت ترانہ پشتو زبان میں تھا اور پشتو میں اسے ''ملی سرود'' کہا جاتا ہے۔اس کو عبدالبادی جہانی نے تخلیق کیا اور ببرک واسا نے اس کی دھن تیار کی۔اس قومی ترانہ میں افغانستان کی عظمت و سربلندی کے ساتھ امن کی خواہش کا اظہار اور خدا تعالیٰ کی بڑائی پیش کی گئی ہے۔

مختصر اور شاعری کے اعتبار سے قدیم ترین ترانوں میں جاپان کے قومی ترانہ کو انفرادیت حاصل ہے۔اس ترانہ کا نام "Ki miga yo" یعنی ''آپ کا راج تا ابد رہے'' ہے۔ یہ ترانہ قدیم ہیان (Heian) شہنشاہیت (۷۹۴-۱۱۸۵)ء کے دور میں لکھی جانے والی کلاسیکی شاعری کی صنف Waka سے ماخوذ ہے.... طویل عرصے تک غیر سرکاری قومی ترانے کی حیثیت سے پڑھے جانے کے بعد ۱۹ اگست ۱۹۹۹ء کو ''کی می گایو'' کو جاپان کا قومی ترانہ قرار دیا گیا(۳) جاپان کا یہ ترانہ صرف چار لائنوں پر مشتمل ہے جس کی دھن فوج کے جرمن موسیقار فرانز ایسرٹ نے ترتیب دی تھی۔ چونکہ جاپان کا یہ ترانہ قدیم شہنشاہیت کی پیداوار اور یادگار ہے اس لیے جدید جمہوریت پسند طبقے اس پر تنقید کرتے ہیں۔

قومی ترانوں کی روایت میں ایسا بھی ہوا ہے کہ ترانہ کا خالق یا موسیقار کا تعلق کسی دوسرے ملک سے ہو۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا قومی ترانہ ''The Star-Spongled Banner'' ہے جو امریکہ کے مشہور شاعر فرانسس سکاٹ کے Francis Scott key نے ۱۸۱۴ء میں لکھا۔اس ترانہ لکھنے کے پیچھے اصل کہانی کچھ یوں ہے کہ ۱۸۱۲ء میں جنگ بائی مور کے دوران جب ستارے کو شکل کے قلعۂ میک ہنریؔ پر برطانوی افواج نے بمباری کی، تو اس واقعہ سے متاثر ہو کر ۱۸۱۴ء میں مشہور شاعر Francis Scott key نے قلعہ میک ہنری کا دفاع کے عنوان سے ایک نظم لکھی۔ بنیادی طور پر امریکہ کا قومی ترانہ اس نظم سے اخذ کیا گیا ہے۔(۴) اس ترانے کی دھن برطانوی موسیقار کے تیار کردہ لوک نغمے کی نقل ہے اس لیے امریکی قومی ترانہ برطانوی موسیقار Jottn stafford Smith سے منسوب کیا جاتا ہے۔خوبصورت اور دلکش دھن کے باعث اس نغمے کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہو گئی حتیٰ کہ مارچ ۱۹۳۱ء میں امریکہ کے صدر نے اس ترانے کو قومی ترانہ کا اعزاز عطا کیا۔ بھارت کے قومی ترانہ کے خالق رابندر ناتھ ٹیگور ہیں جو ایک نوبل انعام یافتہ بنگالی شاعر ہیں۔ ٹیگور نے ہندوستان کا قومی ترانہ بھی بنگالی زبان میں لکھا اور سنسکرت کی طرز پر اس کی

دھن تیار کی۔ اس نے ہندوستان کا قومی ترانہ جس کا نام ''جن، گھن، من'' ہے، اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ ٹیگور نے اس نغمہ کی دھن بھی آئرلینڈ کی خاتون مارگریٹ کے ساتھ مل کر خود تیار کی لیکن اس ترانہ پر بے پناہ تنقید ہونے کی وجہ سے یہ نغمہ ٹیگور کی زندگی میں ہندوستان کا قومی ترانہ نہ بن سکا۔ ''جن، من، گھن'' پر روز اول سے تنقید کی جاتی رہی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نظم دسمبر ۱۹۱۱ء کو اس وقت منظر عام پر آئی تھی جب ہندوستان پر برطانوی راج قائم تھا اور دہلی میں برطانوی بادشاہ جارج پنجم کی رسم تاج پوشی کی جارہی تھی، جس کے دوران اس سلسلے میں ہونے والے اجلاس کے دوسرے دن رابندر ناتھ ٹیگور نے یہ نظم پڑھی تھی۔ اس دن اجلاس کا ایجنڈا بادشاہ کو خوش آمدید کہنے اور اس سے خلوص کے اظہار پر مشتمل تھا۔ چنانچہ ناقدین کے مطابق ٹیگور نے یہ نظم بادشاہ کی شان میں لکھی تھی۔ ٹیگور پر تنقید کے بعد انھوں نے اپنی صفائی پیش کی لیکن اس وقت ان کی پیش کی گئی صفائی پر توجہ کم دی گئی۔ ہندوستان جب آزاد ہوا تو ہندوستان کا قومی ترانہ ''بندے ماترم'' کہلایا لیکن دوسرے مذاہب جن میں مسلمان اور عیسائی وغیرہ شامل تھے، انھوں نے بندے ماترم کو قومی ترانہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ان مذاہب کے احتجاج کے بعد ''بندے ماترم'' کی جگہ ٹیگور کے ''جن، گن، من'' کو انڈیا کا قومی ترانہ بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

ملائیشیا اسلامی دنیا کا ایک ایسا ملک ہے جو گیارہ جزیروں پر مشتمل ہے جب کہ اس کا ملی ترانہ Negaraku ہے جس کا مطلب ''میرا ملک'' ہے۔ اس ترانے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی تخلیق میں اس ملک کے وزیر اعظم کی شاعری بھی شامل ہے۔ جب ۱۹۵۷ء میں ملائیشیا آزاد ہوا تو اس کی تمام ریاستوں کو ملا کر ''فیڈریشن آف ملایا'' قائم ہوئی۔ اس فیڈریشن کے سربراہ وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن نے قومی ترانہ کی تخلیق کے لیے مقابلہ کا انعقاد کیا۔ لیکن اس مقابلہ میں حصہ لینے والے کسی بھی ممبر کا نغمہ ججوں کو پسند نہیں آیا تو انھوں نے یہ نغمہ خود تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۵ اگست ۱۹۵۷ء کو Perak ریاست کے ترانے کی طرز کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترانے کے بول لکھے گئے جس میں مرکزی کردار تنکو عبدالرحمن کی شاعری کا تھا۔ اس ترانے کی دھن فرانس کے ایک قومی ترانے La Rosalie سے حاصل کی گئی ہے جس کو Perre-Jean De Garanger نے ترتیب دیا تھا۔ اس لحاظ سے ملائیشیا کے ترانے کی دھن بھی انھی سے منسوب کی جاتی ہے۔

بعض اوقات قومی ترانہ کے لیے اشعار کی بجائے حسب ضرورت صرف ''لے'' یا ''دھن'' کو قومی ترانہ کا پورا اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ اسپین دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جس کا قومی ترانہ قدیم ترین قومی ترانوں کی فہرست میں شامل ہے جس کو ''شاہی مارچ'' کہا جاتا ہے۔ اس ترانہ کی دوسری انفرادیت یہ ہے کہ اس کا شمار دنیا کے ان چند ترانوں میں کیا جاتا ہے جس میں اشعار یا الفاظ نہیں ہیں بلکہ صرف ''لے'' یا ''دھن'' کو ہی قومی ترانہ کا مقام دیا گیا ہے۔ اسپین برِّاعظم یورپ میں شامل ایسا ملک ہے جس کو امیہ عہد میں طارق بن زیاد نے فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کیا جس کے بعد تقریباً آٹھ سو سال تک یہ مملکت اسلامی حکومتوں کا حصہ رہی لیکن زوالِ اقتدار کے ساتھ یہ ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے چلا گیا اور وہاں دوبارہ سے عیسائی حکومت قائم ہو گئی۔ جہاں تک اسپین کے قومی ترانہ کی شروعات کا تعلق ہے تو اس کی یہ دھن موسیقی کی زبان میں ۱۷۶۱ء میں شائع ہوئی اور عوام میں بے پناہ مقبولیت کے باعث ۱۷۷۰ء میں اسپین کے بادشاہ کارلوس سوئم نے اسے اسپین کے قومی ترانے کا درجہ دے دیا۔ اس دھن کے خالق کا نام ابھی تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔ دنیا میں رائج قدیم ترین قومی ترانوں میں جس ترانہ کو ایک مکمل قومی ترانہ سمجھا جاتا ہے، وہ نیدرلینڈ کا قومی ترانہ ہے۔ اس ترانہ کو ''Het Wihelmus'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ترانہ ۱۵۷۴ء میں تخلیق ہوا جس کے خالق سے ابھی تک دنیا لاعلم ہے جبکہ اس ترانے کی دھن ولندیزی موسیقار Adriaen Valeius نے ۱۵۷۵ء میں ترتیب دی۔ اس ترانے کو سرکاری حیثیت ۱۹۳۲ء میں دی گئی اور ساتھ ہی اس کی دھن میں کچھ تبدیلیاں بھی کی گئی ہیں۔

میکسیکو کا قومی ترانہ ان کے مشہور شاعر فرانسکو گونزیلا نے ۱۲ نومبر ۱۸۵۳ء میں قومی ترانے کے انتخاب کے لیے منعقدہ ایک مقابلے کے دوران اپنی منگیتر کے اصرار پر دس قطعوں پر مشتمل ترانہ تخلیق کیا جو مقابلے میں متفقہ رائے سے اول قرار پایا۔ اس کے ایک سال بعد اس کی دھن کے لیے مقابلہ ہوا اور اسپین سے تعلق رکھنے والے میکسیکن فوجی بینڈ کے سربراہ Jaime Nuno Roca کی ترتیب دی ہوئی دھن کو منتخب کیا گیا تاہم کچھ سیاسی مسائل کے باعث اس کو سرکاری حیثیت ۱۹۴۳ء میں دی گئی۔ مصر اسلامی اور تاریخی حوالے سے ایک بہت اہم ملک ہے ۔ ۱۹۵۲ء میں بادشاہت کے خاتمہ کے بعد سے ۱۹۷۹ء تک عرب دنیا کی مقبول و مشہور شاعرہ امِّ کلثوم کی آواز میں گائے جانے والے ملی ترانے ''واللہ زماں یا سلاحی'' کو مصر کے قومی ترانے کا شرف حاصل تھا۔ ۱۹۷۹ء میں اس ملی ترانے کی جگہ مصر کے مشہور شاعر اور موسیقار سید درویش کا تخلیق کردہ ملی نغمہ ''میر املک، میر املک، میر املک'' نے لے لی۔ یہ ترانہ کافی طویل ہے جسے صرف تین قطعوں تک محدود کر دیا گیا ہے۔

ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ہیں جن کی نظم استقلال مارشی (ترانہ آزادی) مشہور و مقبول نظم ہے جس میں محمد عاکف نے حب الوطنی کے ساتھ اسلام کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نظم کو جدید ترکی کا قومی ترانہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر خلیل طوقار ''محمد عاکف ترکی کا ایک ایسا عظیم نام ہے جس کا ترکی میں بڑے چھوٹے سب کے دلوں میں ایک عظیم مرتبہ ہے۔ وہ سب کے لیے عزیز ہیں۔ وہ سب کے لیے قابل احترام ہیں کیوں کہ وہ ترکی کے قومی شاعر اور ترکی کے قومی ترانہ ''استقلال مارشی'' (آزادی کا ترانہ) کے خالق ہیں۔'' (۵) ترکی میں محمد عاکف کو وہی مقام حاصل ہے جو پاکستان میں علامہ اقبال کو حاصل ہے یہ الگ بات ہے کہ اقبال کو پوری دنیا میں پذیرائی نصیب ہوئی جبکہ محمد عاکف کو ترکی کی سطح پر بلند مقام حاصل ہے لیکن دونوں شاعر ہم عصر اور عہد ساز ہیں۔ اہم بات یہ کہ دونوں کے خیالات و نظریات میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ محمد عاکف کی شاعری ترک عوام اور ملت اسلامیہ کے لیے بیش بہا خزانہ ہے لیکن ان کی جس نظم کو خاص فوقیت حاصل ہے وہ ''استقلال مارشی'' (آزادی کا ترانہ) ہے۔ اقتباس ہے:

مت ڈر! یہ لال سرخ پرچم جو ہے وہ تب تک اس شفق کی رنگ لی ہوئی فضاء پر لہراتا رہے گا جب تک اس وطن میں جیتے آخری خاندان کا چراغِ حیات گل نہ ہو جائے گا۔ وہ پرچم میری ملت کا چمکتا ستارہ ہے، وہ چمکتا رہے گا۔ وہ صرف میرا ہے اور وہ میری ملت کا ہے اور یوں ہی رہے گا۔ (۶)

محمد عاکف ترکی کے قومی شاعر اور قومی ترانہ کے خالق ہونے کے ساتھ ان کی تحریریں ترکی اور اسلامی نظریات کی نمائندہ اور علمبردار ہیں۔ محمد عاکف نے ترکی میں اتاترک جمہوریت کی لادینی پالیسیوں سے دل شکستہ ہو کر ۱۹۲۵ء میں خود ساختہ جلاوطنی اختیار کی اور بقیہ زندگی کا بیشتر حصہ مصر کے شہر قاہرہ میں بسر کیا۔ اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ممالک کے قومی ترانے اور ان کی دھنیں، ان ممالک کی سرکاری تقریبات کے مواقع پر خصوصی طور پر بجائی جاتی ہیں۔ قومی ترانہ اور اس کی دھن کے حوالے سے پاکستان کی تاریخ بھی کسی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان کا قومی ترانہ آزادیِ پاکستان کی علامت ہے جو اشعار اور دھنوں سے تیار کیا گیا ہے۔ پاکستانی قومی ترانہ کے اشعار کے خالق ابوالاثر حفیظ جالندھری ہیں جبکہ اس کی دھنوں کو ترتیب دینے کا اعزاز احمد جی چھاگلہ کو حاصل ہوا۔ قیام پاکستان یعنی ۱۹۴۷ء کے بعد آزاد مملکت کی پہچان کے لیے بہت سے قومی و ملی نغموں کو غیر سرکاری و عارضی طور پر قومی ترانہ تصور کیا گیا لیکن باقاعدہ مستقل سرکاری سطح پر کسی بھی شعر پارے کو قومی ترانہ تصور نہ کیا گیا۔ ملکی وقار اور الگ پہچان کے لیے سرکاری سطح پر اس کام کا باقاعدہ آغاز ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ پاکستان کے قومی ترانہ کی دھن جن حالات میں تیار ہوئی اس کو یونس کمال لودھی ہنگامی حالت کہتے ہوئے قومی ترانے کی ترتیب و تاریخ کے بارے لکھتے ہیں:

''۵مارچ ۱۹۵۰ کو شہنشاہ ایران کی آمد کے موقع پر ''ترانہ کمیٹی'' کو اپنی سفارشات جلد مکمل کر کے پیش کرنے کا تقاضا کیا گیا۔ مذکورہ کمیٹی نے قومی ترانے کی دھن بجا کر حسب دستور استقبال کے لیے شاعروں اور موسیقاروں کو متوجہ کیا کہ وہ اپنے ترانے اور دھنیں تیار کر کے جلد پیش کریں۔........ترانہ کمیٹی نے بالآخر مسٹر احمد جی چھاگلہ کی تیار کردہ دھن کو منظور کرنے کی حکومت کو سفارش کی۔''(۷)

مہمان خصوصی کی تشریف آوری اور استقبال کے موقع پر اسی دھن سے کام لیا گیا جس کی لفظی صورت بھی موجود نہ تھی لیکن حالات کا تقاضا اور بہ امر مجبوری ایسا کرنا پڑا۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ ۱۹۵۴ء تک اسی دھن کو ریڈیو پاکستان کے مختلف اسٹیشنوں سے نشر کیا جاتا رہا اور تمام شعرائے کرام کو اس دھن کے مطابق پاکستان کا قومی ترانہ لکھنے کی عام دعوت دی جاتی رہی۔ آخر کابینہ نے حفیظ جالندھری کا لکھا ہوا قومی ترانہ منظور کر لیا اور یہ ترانہ پہلی دفعہ ۱۴ اگست ۱۹۵۴ء کو ریڈیو پاکستان سے باقاعدہ طور پر نشر ہوا۔ حفیظ جالندھری ترانہ لکھنے اور منظوری کے احوال کو بیان کرتے ہیں کہ اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم جناب محمد علی بوگرہ نے ترانہ منظور ہونے کے بعد مجھے راولپنڈی بلا کر بھری محفل میں ہاروں سے نوازا تھا۔''(۸)

پاکستان کے قومی ترانہ کی دھن چونکہ پہلے سے تیار ہو چکی تھی جو مغربی رنگ میں مرتب ہوئی تھی اور اس دھن پر پورا اترتے ہوئے اردو میں ترانہ تخلیق کرنا اتنا آسان کام نہ تھا لیکن حفیظ جالندھری نے جس محنت شاقہ سے پاکستانی قوم کی شایان شان اور اسلامی روایات کے مطابق قومی ترانہ تخلیق کیا یہ کارنامہ پاکستان اور پاکستانی قومی ترانہ کی تاریخ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نقش ہو چکا ہے۔ دھن کے پہلے تیار ہونے اور ترانہ بعد میں لکھے جانے سے اس کی ہم آہنگی کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا لیکن احمد جی چھاگلہ نے دھن میں ان خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اتنی لچک ضرور رکھی تھی کہ یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو سکے لہٰذا ترانہ کی تخلیق کے بعد یونس کمال لودھی نے چھاگلہ کی ترتیب دی ہوئی موسیقی کو کمال مہارت سے قومی ترانہ سے ہم آہنگ کیا۔ اس لیے جہاں قومی ترانہ کے خالق اور اس کے موسیقار پاکستانی قوم سے داد کے مستحق ہیں وہیں یونس کمال لودھی کا کارنامہ بھی قابل تحسین ہے۔ پاکستان کے قومی ترانہ پر تنقید کرنے والے عام طور پر پاکستانی قومی ترانہ کی زبان پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور اسے فارسی زبان کا طعنہ دیتے ہیں اور اس کا صرف ایک حرف ''کا'' کو اردو زبان کا لفظ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ ان ناقدین کو یہ بھی معلوم نہیں کہ لفظ ''کا'' بھی بنیادی طور پر سنسکرت سے اردو میں آیا ہے۔ لہٰذا اس طرح تو ان ناقدین کے خیال کے میں پورا ''قومی ترانہ'' دوسری زبانوں پر مشتمل ہے۔

اردو زبان کی یہ بد قسمتی رہی ہے کہ اس کو کبھی اشرافیہ میں جگہ نہیں ملی بلکہ حکمرانوں کی طرف سے اردو زبان کے ساتھ ہمیشہ سے سوتیلی اولاد جیسا سلوک کیا گیا اور کیا جا رہا ہے۔ اس کی مثال یہ سمجھ لیجیے کہ پاکستان کی قومی زبان ہونے، پاکستانی عوام میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کی وکالت اور حکم کے باوجود اس کو سرکاری سطح پر قبول نہیں کیا گیا۔ مغل عہد میں سرکاری زبان فارسی اور برطانوی عہد میں انگریزی رہی اور اردو چونکہ عوامی سطح پر بولی اور سمجھی جاتی رہی ہے اس لیے حکومتی سطح پر اس کے ساتھ سیاسی طور پر تعصب اور بغض ابتدا سے تا حال جاری ہے کیونکہ برصغیر میں ہندو مذہب کی عطا کردہ ذات پرستی کی جڑیں اس حد تک مضبوط ہیں کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے خون میں بھی شامل ہو چکی ہیں۔ جس بنا پر حکمران طبقے لسانی بنیادوں پر عوام کے درمیان تقسیم کا ایک لامتناہی سلسلہ، دیگر فاصلوں کی طرح قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ دنیا کی کسی بھی زبان کے حیات و ارتقا کے لیے الفاظ و تراکیب کا متروک و مطلوب ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دنیا کی دیگر زبانیں بھی اردو زبان کی طرح کئی دیگر زبانوں کے الفاظ و تراکیب کے مجموعے سے بنیں۔ انگریزی کی مثال ہی لے لیں تو یہ بھی دنیا کی کئی زبانوں کا اجتماعِ کثیر کہا جا سکتا ہے جس میں اکثریت یورپی زبانوں کی ہے لیکن ارتقا کی منازل طے کرنے کے بعد دنیا کی ترقی یافتہ زبان بن گئی۔ اس زبان میں دنیا کی تقریباً سو زبانوں کے الفاظ موجود ہیں لیکن اس کو کبھی بھی لشکری زبان یا دیگر زبانوں کا ملغوبہ نہیں کہا گیا حالانکہ اس میں اردو زبان کے الفاظ یعنی بازار، جنگل اور تمباکو وغیرہ بھی مستعمل ہیں لیکن اس کے

بولنے والوں نے اپنی زبان اور اس کے الفاظ کو کبھی غیر زبان نہیں کہا۔اسی طرح قومی ترانہ کے الفاظ بھی اردو میں مستعمل ہونے کے بعد اس زبان کا حصہ بن چکے ہیں لہٰذا ان الفاظ کو کسی دوسری زبان سے نسبت دے کر اپنی زبان کی تحقیر کرنا کے مترادف ہے۔ فیضان جعفری الخوارزمی کے الفاظ میں :

''حفیظ جالندھری کا ترانہ پڑھتے ہوئے ایسا گمان نہیں ہوتا کہ یہ کوئی بدیسی یا اجنبی زبان ہے بلکہ تقریباً اس کے تمام الفاظ ہماری روزمرہ زندگیوں میں مستعمل ہیں''۔(۹)

قومی ترانہ کے مخالفین حفیظ جالندھری سے بھی اس کی تخلیق کا اعزاز چھیننے کے لیے کوشاں رہے ہیں۔وہ پاکستان کے پہلے قومی ترانہ لکھنے کا اعزاز بھارت کے نامور شاعر جگن ناتھ آزاد کو دینے کی سعی کرتے ہیں۔اس ضمن میں خود جگن ناتھ آزاد اپنی کتاب ''آنکھیں ترستیاں ہیں'' میں اپنے دوست مولانا صلاح الدین کے نام لکھے گئے ایک مضمون میں ۱۹۴۷ء کے فسادات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ اس ساٹھ ہزار کی آبادی میں میرے سوا کوئی ہندو باقی نہیں رہ گیا ہے،سب جا چکے ہیں،اسی عالم میں چودہ اگست کی رات کو میں لاہور ریڈیو سے اپنا ترانہ پاکستان سنا: اے سرزمین پاک ،ذرے ترے ہیں آج ستاروں سے تابناک ،روشن ہے کہکشاں سے کہیں آج تری خاک۔اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً یہ پہلا ترانہ پاکستان تھا جو پاکستان کے نقشہ عالم پر نمودار ہونے کے ساتھ ہی یعنی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو رات بارہ بجے سننے والوں تک پہنچا''(۱۰)

جگن ناتھ پاکستان کے شہر میانوالی کے رہائشی تھے اور وہ پاکستان سے محبت کرتے تھے شاید اسی وہ پاکستان سے جانا بھی نہیں چاہتے تھے۔لہٰذا باقی شعرا کی طرح جگن ناتھ آزاد نے بھی پاکستان سے محبت میں قومی ترانہ کے عنوان سے قومی نغمہ لکھا جس کے بول حسب ذیل ہیں:

اے سرزمین پاک

ذرے ترے ہیں آج ستاروں سے تابناک
روشن ہے کہکشاں سے کہیں آج تری خاک
تندی حاسداں پہ ہے غالب ترا سواک
دامن وہ سل گیا ہے جو تھا مدتوں سے چاک
اے سر زمینِ پاک (۱۱)

جگن ناتھ آزاد کے ۱۹۵۴ء تک ''بیکراں''، ''ستاروں سے آگے'' اور ''وطن میں اجنبی'' سمیت تین شعری مجموعے منظر عام پر آئے جن میں تیسرا شعری مجموعہ ''وطن میں اجنبی'' کا موضوع ہی پاکستان تھا لیکن کسی شعری مجموعہ میں بھی ''پاکستان کا قومی ترانہ'' کے عنوان سے کوئی نظم موجود نہیں تھی۔اس ترانہ کا تشہیر کے ساتھ دعویٰ فروری ۱۹۸۱ء میں شائع ہونے والا جگن ناتھ آزاد کے مضامین کا مجموعہ ''آنکھیں ترستیاں ہیں'' میں پہلی بار سامنے آیا۔یعنی اس ترانے کا افسانہ پاکستان کے قیام کے کئی دہائیاں گزرنے کے بعد تراشا گیا جس کا بنیادی مقصد تاریخِ پاکستان میں ابہام پیدا کرنے کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ڈاکٹر عقیل عباس جعفری جگن ناتھ آزاد کے ترانہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس طرح ہر پھول ملک کا قومی پھول نہیں ہوتا،ہر پرچم ملک کا قومی پرچم نہیں ہوتا،ہر زبان ملک کی قومی زبان نہیں ہوتی اور ہر لباس ملک کا قومی لباس نہیں ہوتا اسی طرح ہر ترانہ ملک کا قومی ترانہ نہیں ہوتا۔یہ بات بالکل واضح ہے اور جگن ناتھ آزاد کے "ترانے" کو "قومی ترانہ" قرار دینے والے مداحین کو اس پہلو ضرور مدِ نظر رکھنا چاہیے۔''(۱۲)

ایسی ہی قومی نظم جس کا عنوان ''قومی ترانہ'' لکھا گیا، سید بشیر حیدر کنول نے بھی ۱۹۴۲ء میں لکھی تھی۔اس قومی ترانہ یا قومی نظم کی تصدیق پروفیسر بشیر احمد سوز بھی کرتے ہیں کہ سید بشیر حیدر کنول کی نظم پاکستان پر لکھے جانے والے ترانوں میں پہلا ''قومی ترانہ'' ہے۔ہندوستان میں تحریک آزادی عروج پر تھی۔آزادی کا سورج لب بام آرہا تھا۔ایک روشن مستقبل کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔شعرااور ادیب صبح آزادی اور اسلامیان ہند کے لیے ایک آزاد وطن کے تصور سے پرامید تھے۔لہٰذا ان حالات کو بھانپتے ہوئے سید بشیر حیدر کنول نے بھی مسلمانوں کے روشن مستقبل کے لیے ترانہ پیش کیا جو عوام میں بے حد مقبول بھی ہوا حتیٰ کہ تعلیمی اداروں میں ہر صبح تلاوت کلام پاک کے بعد طلبہ اسے گاتے تھے۔''(۱۳)اس ترانہ کی تصدیق پروفیسر صادق زاہد ''قیام پاکستان کا مقدمہ......تاریخ کی عدالت میں'' کی جلد نمبر دوم صفحہ نمبر ۷۸۱ میں بھی کرتے ہیں۔اس قومی ترانہ کے چند بول حسبِ ذیل ہیں:

ذرہ ذرہ خاکِ وطن کا خورشید ہے چاند ستارا ہے
سارے جہاں سے بڑھ کر ہم کو پاکستان پیارا ہے
ماٹی اس کی سونا اگلے پتھر نیلم پارا ہے
وادی وادی سینا اس کا حسن کا جو گہوارہ ہے (۱۴)

پاکستان کے قومی ترانہ سے متعلق کئی فسانے بنائے گئے ہیں جس میں بنیادی کردار پڑوسی ملک اور اس کے صحافیوں نے ادا کیا۔آزادی سے پہلے اور بعد میں بہت سے شعرا نے قومی وملی نغمے لکھے جن کا عنوان قومی ترانہ رکھا گیا۔جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان شعرا کی بھی پاکستان کے قوموں ترانے لکھنے والوں کی فہرست میں نمائندگی ہو جائے لہٰذا ایسا ہی ترانہ جگن ناتھ آزاد نے بھی حب الوطنی سے سرشار ہو کر لکھا ہو گا جس کو وہ عرصہ دراز تک کسی سے ظاہر بھی نہ کر سکے لیکن اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اس کو حکومتی منظوری بھی مل جائے۔اس طرح پاکستان سے محبت میں کئی قومی ترانے لکھے گئے جو قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کے ادوار پر مشتمل ہیں۔اس سلسلے میں سید بشیر حیدر کنول کے قومی ترانہ کو پاکستان کا پہلا قومی ترانہ کہا جا سکتا ہے لیکن ملک کا اصل قومی ترانہ وہی ہوتا ہے جو حکومت کی طرف سے منظور اور اطلاق شدہ ہو جو پاکستان کی تاریخ میں صرف حفیظ جالندھری کا لکھا قومی ترانہ ہی ہے۔

دراصل بھارت نے پاکستان مخالفت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان کے قومی ترانہ کو متنازع بنانے کی بھرپور کوشش کی اور اس میں قائدِاعظم محمد علی جناح کی ذات گرامی کو بھی شامل کرنے کی سعی کی۔بھارتی صحافی ''لوپوری'' نے میڈیا میں جگن ناتھ آزاد کے انتقال یعنی ۲۴ جولائی ۲۰۰۴ء کے بعد واویلا شروع کیا۔ڈاکٹر انور سدید اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ بھارتی صحافی لوپوری کی یہ کہانی ایجاد بندہ اور سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔(۱۵) جگن ناتھ آزاد جس ترانہ کا دعویٰ کرتے ہیں اس کا پاکستان کی سرکاری دستاویزات میں بھی کہیں ریکارڈ نہیں ملتا اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ترانہ یا جگن ناتھ کی اس اہم نظم کا سراغ جگن ناتھ آزاد کے کسی شعری مجموعے میں نہیں ملتا۔اس کے باوجود بھارتی میڈیا ڈھٹائی کے ساتھ پاکستان دشمنی کے عزائم پر کاربند رہتے ہوئے حفیظ جالندھری سے اعزاز چھیننے کے ساتھ قومی ترانہ کو متنازع بنانے کی سازش وروش پر قائم ہے۔

حواشی وحوالہ جات

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی۔کشاف تنقیدی اصطلاحات۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۵
الہدیٰ، احمد رمیض۔اقوام عالم......ان کے قومی پرچم اور ترانے۔لاہور: مولوی شوکت پریس، ۲۰۱۲ء۔ص ۲۱۵
ایضاً۔ص ۲۱۹
ایضاً۔ص ۲۲۲

خلیل طوقار،ڈاکٹر۔محمد اقبال اور محمد عاکف۔لاہور:ماوراپبلشرز،۲۰۱۸ء۔ص۴۱

بحوالہ محمد عاکف۔مترجم؛ڈاکٹر محمد کامران۔مشمولہ، محمد اقبال اور محمد عاکف۔ص۹۶

لودھی،یونس کمال۔پاکستانی قومی پرچم اور ترانہ۔اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۶ء۔ص۱۷

حفیظ جالندھری۔"دیباچہ"، پاکستانی قومی پرچم اور ترانہ از یونس کمال لودھی۔ص۱۴

الخوارزمی،فیضان جعفری۔تاریخِ قومی ترانہ۔لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۸ء،ص۱۹۳

آزاد، جگن ناتھ۔آنکھیں ترستیاں ہیں۔نئی دہلی:موڈرن پبلشنگ ہاؤس،۱۹۸۱ء۔ص۳۰۔۳۱

ایضاً

عقیل عباس جعفری،ڈاکٹر۔پاکستان کا قومی ترانہ....کیا ہے حقیقت کیا ہے فسانہ؟۔کراچی:ورثہ پبلی کیشنز،۲۰۲۲ء۔ص۳۱

سوز،بشیر احمد۔مرتب؛ہزارہ میں قومی و مِلّی شاعری۔راولپنڈی:ادبیات ہزارہ، حرف اکادمی،۲۰۰۷ء۔ص۴۵

کنول،سید بشیر حیدر۔مشمولہ،ہزارہ میں قومی و مِلّی شاعری۔ص۴۵

انور سدید،ڈاکٹر۔پاکستان کا قومی ترانہ۔مشمولہ،روزنامہ نوائے وقت۔لاہور:۱۴اگست،۲۰۱۵ء۔ص۱۶